تحقیق و تنقید

پروفیسر طیب شاہین لودھی
گورنمنٹ کالج بوسن روڈ ملتان

# مسلک اہل حدیث کے بارے میں چند مغالطوں کا ازالہ

مسئلہ تقلید و اجتہاد اسی زمانے سے معرکۃ الآراء موضوع بنا ہوا ہے، جب سے اُمتِ مسلمہ نے بقول مقلدین "تقلید و جمود" پر اجماع کر لیا۔ کہنے کو تو یہ حضرات کہہ دیتے ہیں کہ ائمہ اربعہ کے عہد کے اختتام پر تمام اُمت نے ان ائمہ کی تقلید پر اتفاق کر لیا تھا، مگر تاریخ کے اوراق ان کے اس دعوے کی تائید نہیں کرتے۔ چوتھی صدی ہجری کے اوائل سے لے کر آج تک ہر زمانے میں مقلدین کے علاوہ اہلِ علم کی ایک معتدبہ جماعت موجود رہی ہے۔ جس نے اپنے اپنے زمان و مکان کے بدلتے ہوئے حالات میں اجتہاد کا فریضہ سرانجام دیا ہے اور آج اجتہاد ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ آپ تاریخ فقہ پڑھ کر دیکھئے، جن حضرات نے اپنے آپ کو تقلیدِ جامد کے حصار میں محصور کر کے اجتہاد کا دروازہ بند کر لیا، وہ اپنے زمانے کی حدود سے باہر نہیں نکل سکے۔ اس کی بے شمار مثالیں دی جا سکتی ہیں۔ اس کے برعکس ابنِ عبدالبرؒ، ابنِ حزمؒ، ابنِ عبدالسلامؒ، ابنِ تیمیہؒ، ابنِ قیمؒ، محمد بن اسماعیل صنعانیؒ، شاہ ولی اللہؒ، شوکانیؒ، نذیر حسین دہلویؒ و دیگر علمائے مجتہدین نے مسئلہ اجتہاد کو منقح کر کے تقلیدِ جامد کی مذمت کی ہے، کہ ایک متعصب مقلد ہی تقلیدِ جامد کے ساتھ چمٹا رہ سکتا ہے۔

اس مضمون میں ہمارا موضوع تقلید کی تردید میں دلائل فراہم کرنا نہیں، کیونکہ اب اس کی حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے، بلکہ ہمارے ایک دوست جناب پروفیسر ابوالکلام خواجہ کی تازہ تصنیف "نماز کے چند مسائل" میں بیان کردہ "چند بنیادی باتوں" کے ضمن میں

ان مغالطوں کا ازالہ مقصود ہے، جن کے ذریعے انہوں نے واضح حقائق کو مسخ کرنے کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے یہ کتاب ازراہ نوازش مجھے عنایت فرمائی، اس پر میں ان کا بے حد شکر گزار ہوں۔ اس کتاب میں انہوں نے "چند بنیادی باتوں" کے علاوہ اپنے مسلک کی تائید میں کمزور اور ضعیف روایات کے "مستند مواد" اور کچھ خود ساختہ اصولوں کے ذریعے اپنے ہم مسلک مقلدین کو "استقامت" دینے کی کوشش فرمائی ہے ——— کیا ہی اچھا ہوتا کہ وہ اپنے زورِ قلم کو صرف اپنے ہم مسلک حضرات کی نماز کو "مطابق سنت" بنانے کے لیے، دلائل فراہم کرنے تک محدود رکھتے۔ کیونکہ ذخیرۂ حدیث میں تلاش کرنے سے ہر قسم کی چیز مل جاتی ہے۔ البتہ کندن کی پہچان کے لیے تعصب سے پاک جوہری کی نظر چاہیئے ——— اور یہ پہچان صرف مطالعہ حدیث کو اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنا لینے سے حاصل ہوتی ہے۔ ورنہ خواجہ صاحب اچھی طرح جانتے ہیں کہ بعض حضرات نے اپنی بدعات، شرک اور قبر پرستی کی تائید کے لیے بھی سے "مستند مواد" حاصل کرکے انہیں عین سنت اور مسلکِ سلف قرار انہوں نے "بنیادی باتوں" کے ضمن میں "اہلِ حدیث" اور "مسلک اہلِ حدیث" پر طبع آزمائی فرمائی ہے۔ اس لیے ان کے ان مغالطوں کو دور کرنا ہم اپنی ذمہ داری خیال کرتے ہیں۔ خواجہ صاحب نے حقائق سے صرفِ نظر کرکے اپنے قارئین کو مندرجہ ذیل مغالطوں میں مبتلا کرنے کی کوشش کی ہے:

**اوّل:** تقلید کے اُس مفہوم کو انہوں نے عمداً یا سہواً نظر انداز کیا ہے، جو متفقہ طور پر اہلِ علم کے نزدیک مذموم ہے اور جس کی مذمت اہلِ حدیث کرتے ہیں ——— مزید بریں ان کے نزدیک:

**ثانی:** قرونِ اولیٰ سے لے کر آج تک "اہلِ حدیث" صرف حدیث پڑھنے اور پڑھانے والوں کو کہا جاتا رہا ہے۔ اہلِ حدیث اور ائمہ اربعہ کی تقلید نہ کرنے کا مستقل اور الگ فقہی مسلک موجود نہ تھا اور "اہلِ حدیث" کا اطلاق شوافع پر ہوتا تھا۔

**ثالث:** موجودہ اہلِ حدیث بھی درحقیقت مقلد ہیں اور عمل بالحدیث، تقلید کے زمرے میں آتا ہے۔

**رابع:** ہند کے اہلِ حدیث انگریزوں کے پروردہ تھے اور انہوں نے انگریزوں کی سرپرستی میں غیر مقلدیت کی تحریک کو آگے بڑھایا۔

ہم ان تمام مغالطوں کا جواب باری باری دیں گے۔

۱- پروفیسر ابو الکلام خواجہ صاحب نے خود اپنی طرف سے تقلید کی ایک تعریف دے کر اپنے قارئین کو مغالطے میں ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ وہ ان الفاظ میں تقلید کی تعریف کرتے ہیں:

"کسی مسئلہ میں شریعت کے حکم پر عمل کرنے کے لیے اپنی ذاتی رائے یا تحقیق کی بجائے کسی مجتہد کی تحقیق پر اعتماد کرتے ہوئے اس کے مطابق عمل کرنا تقلید کہلاتا ہے۔"[۱]

اہلِ اصول کے ہاں جناب ابوالکلام خواجہ کی مذکورہ بالا تعریف نہ تو جامع ہے اور نہ وہ تقلید کی اس مذموم حقیقت پر دلالت کرتی ہے، جس کی ہم مذمت کرتے ہیں۔ آیئے ہم آپ کو بتلائیں کہ مشاہیر اہلِ اصول نے تقلید کی کیا تعریف کی ہے؟ اہلِ علم کے ہاں تقلید کی مندرجہ تعریفیں معروف ہیں:

(ا) "اَلتَّقْلِيْدُ اَلْعَمَلُ بِقَوْلِ الْغَيْرِ مِنْ غَيْرِ حُجَّةٍ۔"[۲]

"بغیر کسی دلیل کے دوسرے کے قول پر عمل کرنا تقلید کہلاتا ہے۔"

دلیل سے مراد قرآن وسنت کی نصوص، اجماع اور قیاس صحیح ہے۔ مجتہد کا اجتہاد چونکہ صواب اور خطاء دونوں کا محتمل ہوتا ہے، بنا بریں وہ دلیل کے زمرے میں نہیں آتا۔

(ب) امام غزالیؒ ان الفاظ میں تقلید کی تعریف کرتے ہیں:

"اَلتَّقْلِيْدُ هُوَ قَبُوْلُ قَوْلٍ بِلَا حُجَّةٍ۔"[۳]

"کسی قول کو بغیر دلیل کے قبول کرنا تقلید کہلاتا ہے۔"

اس کے ساتھ امام صاحب فرماتے ہیں کہ:

"وَلَيْسَ ذٰلِكَ طَرِيْقًا اِلَى الْعِلْمِ۔"

"یہ علم کی راہ نہیں۔"

(ج) علامہ ابو الحسن الآمدیؒ فرماتے ہیں:

---

[۱] نماز کے چند مسائل ص۱۷

[۲] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت لعبد العلی ص۴۰۰

[۳] المستصفی للغزالی جلد ۲ ص۳۸۷ - المنخول للغزالی

"اَمَّا التَّقْلِيْدُ فَعِبَارَةٌ عَنِ الْعَمَلِ بِقَوْلِ الْغَيْرِ مِنْ غَيْرِ حُجَّةٍ مُلْزِمَةٍ"[۴]

"رہی تقلید، تو وہ بغیر کسی ایسی دلیل کے، غیر کے قول پر عمل کرنے سے عبارت ہے، جو عمل کو لازم ٹھہراتی ہو۔"

(د) علامہ شوکانیؒ ان الفاظ میں تقلید کی تعریف کرتے ہیں:

"هُوَ الْعَمَلُ بِقَوْلِ الْغَيْرِ مِنْ غَيْرِ حُجَّةٍ"[۵]

"کسی کے قول پر بغیر کسی دلیل کے عمل کرنے کو تقلید کہتے ہیں۔"

(ھ) علامہ ابن الہمامؒ کے نزدیک تقلید کی تعریف یوں ہے:

"اَلتَّقْلِيْدُ الْعَمَلُ بِقَوْلِ مَنْ لَيْسَ قَوْلُهٗ اِحْدَى الْحُجَجِ"[۶]

"کسی ایسے شخص کے قول پر بلا دلیل عمل کرنا، جس کا قول دلائل شرعیہ میں شمار نہیں ہوتا، تقلید کہلاتا ہے۔"

یہ ہیں تقلید کی چند تعریفیں۔ اگر مفتی، مجتہد، یا کسی محدث کی روایت پر اس اعتماد کے ساتھ عمل کیا جائے کہ اس کا فتویٰ دلیل پر مبنی ہے اور محدث کی روایت صحیح سند کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے، تو یہ تقلید نہیں، بلکہ دلیل کا اتباع ہے۔ اگر مستفتی (فتویٰ طلب کرنے والے) پر یہ واضح ہو جانے کے بعد بھی، کہ مفتی اور مجتہد بغیر دلیل یا کسی کمزور دلیل کی بنیاد پر فتویٰ دے رہا ہے اور محدث کی یہ روایت ضعیف یا موضوع ہے، وہ کسی اور مفتی یا مجتہد، جس کے پاس دلیل ہو، یا کسی دوسرے محدث کی روایت کی طرف، جس کی روایت صحیح ہو، رجوع نہیں کرتا۔ تو یہی درحقیقت وہ تقلید ہے جس کی اہل علم مذمت کرتے ہیں۔ تقلیدِ مذموم کو، جس پر عمل کرنا حرام ہے، علامہ ابن قیمؒ نے تین اقسام میں تقسیم کیا ہے:

<u>اوّل</u>: اپنے آباء واجداد کے رسم و رواج کی تقلید کرتے ہوئے اس ہدایت سے گریز کرنا جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے۔

---

[۴] الاحکام فی اصول الاحکام للآمدیؒ جلد ۳ ص ۲۹۷

[۵] ارشاد الفحول للشوکانیؒ ص ۲۶۵

[۶] ارشاد الفحول ص ۲۶۵

ثانی: کسی ایسی ہستی کی تقلید کرنا جس کے متعلق مقلد کے پاس کوئی علم نہیں کہ آیا اس کا قول تقلید کے قابل ہے یا نہیں؟

ثالث: اپنے مقتدیٰ کے قول کے خلاف دلیل و برہان قائم ہو جانے کے بعد بھی اس کی تقلید پر مُصِر رہنا۔[۷]

کسی ایسی شخصیت کو اپنی تقلید کے لئے معین کر لینا اور اس کے خلاف دلیل ثابت ہو جانے کے بعد بھی اس کی تقلید کرتے چلے جانا، اس کے علاوہ کسی دوسرے صاحبِ علم کی طرف شرعی حکم معلوم کرنے کے لیے رجوع کرنے کو حرام سمجھنا دراصل اس شخصیت کو معصوم عن الخطاء سمجھنا ہے۔ بے چون وچرا اطاعت صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ یہ لوگ مانیں یا نہ مانیں مگر اپنے معیّن امام کی تقلید عملاً اسی نہج پر کرتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ نے ہمیں اس بات کا پابند نہیں کیا کہ ہم صرف ایک معیّن شخص ہی سے فتویٰ پوچھیں، خواہ اس کے پاس دلیل ہو یا نہ ہو۔

علامہ عزالدین بن عبدالسلامؒ اپنی مشہور کتاب "قواعد الاحکام فی مصالح الانام" میں مقلدین کی اس قسم کا ذکر اس طرح کرتے ہیں:

"بہت ہی عجیب بات ہے کہ مقلد فقہاء اپنے امام کے کسی ماخذ کی کمزوری کو محسوس کرتے ہیں مگر اس کا دفاع نہیں کر سکتے۔ بایں ہمہ وہ اپنے امام کی جامد تقلید پر مُصِر ہوتے ہوئے کتاب و سنت اور اس کے مذہب کے قیاساتِ صحیحہ کو چھوڑ دیتے ہیں، کتاب و سنت کی ظاہری نصوص کو رد کرنے کے لیے حیلے ایجاد کرتے ہیں، اپنے امام کی حمایت اور مدافعت میں قرآن اور سنت کی ایسی ایسی تاویلات کرتے ہیں جو باطل ہوتی ہیں اور مسلمہ اصولوں سے بہت بعید ہوتی ہیں۔"[۸]

آگے چل کر فرماتے ہیں:

"میں نے آج تک کسی کو نہیں دیکھا کہ جب اس پر یہ ظاہر ہو جائے کہ حق دوسرے کے ساتھ ہے، تو اس نے اپنے امام کے مذہب سے رجوع

[۷] اعلام الموقعین لابن قیم الجوزیہؒ جلد ۲ ص ۱۶۸

[۸] قواعد الاحکام فی مصالح الانام لابن عبدالسلامؒ ص ۱۵۹

کیا ہو۔ بلکہ وہ اپنے امام اور مقتدیٰ کی دلیل کی کمزوری اور حق سے بُعد کے باوجود اسی مذہب پر جما رہتا ہے۔ ایسے لوگوں کے ساتھ بحث نہ کرنا بہتر ہے، جن میں سے اگر کوئی شخص اپنے امام کی دلیل کی کمزوری دیکھتا ہے تو کہہ دیتا ہے کہ شاید میرے امام کے پاس کوئی ایسی دلیل ہو جس سے میں واقف نہیں ہوں اور اس دلیل تک میری رسائی نہیں ہو سکی"۔[۹]

غالباً علامہ عزّالدین بن عبدالسلامؒ کا اشارہ علامہ کرخیؒ کی اس عبارت کی طرف ہے :

" كُلُّ آيَةٍ تُخَالِفُ قَوْلَ أَصْحَابِنَا فَإِنَّهَا تُحْمَلُ عَلَى النَّسْخِ أَوْ عَلَى التَّرْجِيحِ وَالْأَوْلَى أَنْ تُحْمَلَ عَلَى التَّأْوِيلِ مِنْ جِهَةِ التَّوْفِيقِ ---- وَكُلُّ خَبَرٍ يَجِيْئُ بِخِلَافِ قَوْلِ أَصْحَابِنَا فَإِنَّهُ يُحْمَلُ عَلَى النَّسْخِ أَوْ عَلَى أَنَّهُ مُعَارَضٌ بِمِثْلِهِ "[۱۰]

"ہر وہ آیتِ قرآنی جو ہمارے اصحاب (احناف) کے مذہب کے خلاف ہو، وہ یا تو منسوخ سمجھی جائے گی یا اسے ترجیح پر محمول کیا جائے گا، اور اگر اپنے مذہب کے مطابق بنانے کے لیے تاویل کر لی جائے تو بہتر ہے۔۔۔ ۔۔۔ ہر وہ حدیث، جو ہمارے اصحاب کے قول کے خلاف آتی ہے، اسے منسوخ سمجھا جائے گا یا یہ سمجھا جائے گا کہ کوئی اور اس جیسی حدیث اس کے معارض تھی۔"

اس قسم کے مقلدین کے متعلق ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں :

"بہت سے فقہائے متاخرین یا ان کی اکثریت یہ کہتی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جہت سے شرعی احکام اخذ کرنے سے عاجز ہیں، چنانچہ یہ لوگ اپنے ائمہ کی نصوص کو رسولؐ کی نص کی مانند قرار دیتے ہیں اور ان کی تقلید کرتے ہیں"۔[۱۱]

---

[۹] قواعد الاحکام ص ۱۵۹

[۱۰] اصول الکرخی مع اصول البزدویؒ ص ۳۷۳

[۱۱] مجموع فتاویٰ ابن تیمیہؒ جلد ۱۹ ص ۲۷۳

ایک ہی مذہب میں تقلید اور تحقیق کا تقابل ملاحظہ کرنا ہو تو احناف میں تراویح کی رکعات کے عدد کے بارے میں علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ کا موقف مطالعہ فرمالیں۔ شاہ صاحبؒ ترمذی کے حواشی میں تسلیم کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں بھی تراویح کی آٹھ ہی رکعت ادا فرمائی تھیں۔ مگر مختلف تاویلوں سے بیس رکعت ہی کو سنتِ مؤکدہ قرار دیتے ہیں[۱۲]۔ اس کے برعکس علامہ ابن الہمام واضح نص کے سامنے سرنگوں ہوتے ہوئے آٹھ تراویح کو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ سنت ہونے کی بناء پر، سنتِ مؤکدہ قرار دیتے ہیں اور اس سے زائد صحابہ کرامؓ کا عمل ہونے کی وجہ سے مستحب قرار دیتے ہیں[۱۳]

۲۔ امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ وغیرہم کے عصر کے بعد سے لے کر آج تک ان کے اصحاب کے ساتھ ساتھ اہلِ علم کا ایک ایسا گروہ موجود رہا ہے، جو الگ اور مستقل فقہی آراء اور کلامی نظریات رکھتا تھا۔ وہ کسی اہلِ علم کی تقلید نہیں کرتا تھا، بلکہ قرآن و سنت کی واضح نصوص پر عمل کرتا تھا۔ وہ صحیح و مستفیض احادیث کو خلافِ قیاس، زائد از قرآن، مخالفِ اجماعِ اہلِ مدینہ اور مخالفِ تعاملِ اہلِ کوفہ کہہ کر رد نہیں کرتا تھا۔ وہ ہر اس حدیث کو قبول کرتا تھا، جو روایت و درایت کے مسلّمہ اصول پر پوری اترتی ہو، خواہ وہ کوفہ سے ملی ہو یا وہ مدینہ سے آئی ہو ـــــ وہ روایت پر عمل کرتے وقت صحابہ کرامؓ کو فقیہہ وغیر فقیہہ میں تقسیم نہیں کرتا تھا، حتی الامکان احادیث میں تعارض پیدا نہیں ہونے دیتا تھا، اور تعارض رفع نہ ہونے کی صورت میں کسی امامِ فقہ کے تعصب میں ضعیف روایت سے صحیح روایت کو منسوخ قرار دے کر ترک نہیں کرتا تھا۔ بلکہ روایت و درایت کے مسلّمہ اصولوں کے مطابق جو صحیح ترین روایت ہوتی تھی اسے اختیار کر لیتا تھا۔ اسی گروہ نے اہلِ ایمان کی آسانی کی خاطر نہایت جانفشانی سے صحت کے کڑے اصولوں پر پرکھ کر صحیح احادیث کو جمع کر کے ان کو فقہی ابواب پر مرتب کر دیا، تاکہ لوگ آسانی سے ان پر عمل کر سکیں۔ اس زمانے سے لے کر آج تک اہلِ علم نے اس گروہ کو کبھی اہل الحدیث، کبھی اصحاب الحدیث، کبھی فقہاء المحدیث،

---

۱۲؎ عرف الشذی ص ۳۰۹

۱۳؎ فتح القدیر

کبھی فقہاء اہل الحدیث، کبھی فقہاء المحدثین، کبھی فقہاء اہل الاثر، کبھی فقہاء الاثر اور کبھی صرف محدثین کے ناموں سے موسوم کیا ہے۔ ان کی فقہی آراء کو ایک مستقل مذہب کے طور پر بیان کیا ہے۔ علمائے دیوبند اور بعض ہندی وغیر ہندی فقہائے احناف نے، جن پر تقلیدی اور خالص فقیہانہ طرزِ استنباط غالب تھا، فقہاء اہل حدیث کی آراء کو ایک علیحدہ مسلک کے طور پر بیان نہیں کیا۔ ان کی فقہی موشگافیاں زیادہ تر حنفی اور شافعی اختلافات کے دائرے میں رہی ہیں۔ مگر احناف شارحین حدیث نے ان کی آراء کو بیان کیا ہے۔ بلکہ ہم تو کہتے ہیں کہ اگر علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کو ہند کے اہل حدیث کے اختلاف سے واسطہ نہ پڑا ہوتا تو یقیناً وہ بھی اہلِ حدیث کی آراء کو مستقل حیثیت سے بیان کرتے، جیسے علامہ عینیؒ اور ملا علی القاریؒ نے بیان کی ہیں۔ اب بھی وہ "عرف الشذی" اور "فیض الباری" وغیرہ میں ابنِ تیمیہؒ وغیرہ کی آراء کو بیان کرتے ہیں مگر مقلد حنبلی کی صورت میں، فیا للعجب!

محدثین یا اصحاب الحدیث کسی امام کی تقلید نہ کرتے تھے۔ اور بقول علامہ شہرستانی اور شاہ ولی اللہ، ان کو اس بناء پر اصحاب الحدیث کہا جاتا تھا کہ ان کی تمام تر توجہ حصولِ حدیث پر ہوتی تھی۔ وہ احکامِ شریعت کی بنیاد نصوص پر رکھتے تھے اور حدیث یا اثر کے ہوتے ہوئے کسی جلی یا خفی قیاس پر عمل نہیں کرتے تھے[14]۔

امام ابنِ تیمیہؒ، محدثین کا فقہی مسلک بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"رہے امام بخاریؒ اور ابوداؤدؒ، تو وہ دونوں فقہ میں امام ہیں اور اہلِ اجتہاد میں شمار ہوتے ہیں۔ رہے امام مسلمؒ، امام ترمذیؒ، امام نسائیؒ، امام ابنِ ماجہؒ، امام ابنِ خزیمہؒ، امام ابو یعلیٰؒ اور امام بزارؒ وغیرہم، تو مذہب اہلِ حدیث پر گامزن ہیں۔ وہ علماء میں سے کسی ایک عالم کے مقلد نہیں اور نہ ان کا شمار ائمہ مجتہدین میں ہوتا ہے۔ بلکہ ان کا میلان ائمہ حدیث مثلاً امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام اسحاقؒ اور امام ابو عبید قاسم بن سلامؒ اور ان جیسے دوسرے ائمہ کے اقوال کی طرف رہتا ہے[15]۔"

---

[14] الملل والنحل للشہرستانی مع الفصل فی الملل لابن حزم جلد ۲ صفحہ ۴۵

[15] مجموع فتاویٰ ابن تیمیہؒ جلد ۲۰ صفحہ ۴۰

حافظ ابنِ حجرؒ فتح الباری میں امام بخاریؒ کے بارے میں صاف تصریح کرتے ہیں:

"وَلَمْ نَجِدْ عَنْ اَحَدٍ مِمَّنْ عَرَفَ حَالَ الْبُخَارِیِّ وَسَعَۃَ عِلْمِہٖ وَجُوْدَۃَ تَصَرُّفِہٖ عَلٰی اَنَّہٗ کَانَ یُقَلِّدُ فِی التَّرَاجِمِ وَلَوْ کَانَ کَذٰلِکَ لَمْ یَکُنْ لَہٗ مَزِیَّۃٌ عَلٰی غَیْرِہٖ"

(فتح الباری جلد ۱ صفحہ ۱۴۸)

"جو اہلِ علم امام بخاریؒ کے احوال، ان کی وسعتِ علم اور ان کے حسنِ استنباط کی معرفت رکھتے ہیں، ہم نے ان میں سے کسی کو نہیں پایا کہ اس نے یہ بات کہی ہو کہ بخاریؒ اپنے تراجم (فقہ البخاری) میں تقلید کرتے تھے۔ اگر یوں ہوتا تو اُن کو دوسروں پر کوئی فوقیت حاصل نہ ہوتی۔"

امام الہند شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ، جو ہند میں تقلید کے جامد و ساکت پانی کی سطح پر پہلا بڑا پتھر پھینکنے والے ہیں، فقہائے اہلِ حدیث کے مسلک کی توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"پس محققین اہلِ حدیث فنِ روایت اور معرفتِ مراتبِ حدیث کو مکمل کرنے کے بعد فقہ کی طرف مائل ہوئے۔ پس جبکہ بہت سی احادیث و آثار کو انہوں نے ان مذاہب میں سے ہر ایک کے مذہب کے مخالف دیکھا، تو متقدمین میں سے کسی خاص امام کی تقلید کرنے پر اتفاق کرنے کو انہوں نے درست نہ سمجھا۔ پس وہ خود احادیثِ نبوی کا، صحابہؓ و تابعینؒ اور مجتہدین کے آثار کا، ان قواعد کے موافق، جو انہوں نے اپنے نزدیک قرار دے رکھے تھے، تتبع کرنے لگے۔ میں ان قواعد کو تمہارے لیے چند کلمات میں بتلائے دیتا ہوں۔

ان کا مسلک یہ تھا کہ جب کسی مسئلہ پر قرآن ناطق ہوتا تو کسی شئی کی طرف توجہ کرنا جائز نہیں۔ اور جب آیتِ قرآنی میں چند احتمالات ہوں تو اس کا فیصلہ حدیث سے کرنا چاہیئے۔ اور اگر قرآن میں ان کو کوئی حکم نہ ملتا تھا تو رسولِ خدا کی حدیث پر عمل کرتے تھے، خواہ وہ سنتِ مستفیض جس پر فقہاء کا عمل رہا ہو یا کسی خاص شہر کے علماء سے یا کسی خاص طریقہ سے مروی ہو خواہ صحابہؓ

وفقہاء نے اس پر عمل کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ اور جب کسی مسئلہ میں ان کو حدیث مل جاتی تو اس کے خلاف کسی اثر یا کسی اجتہاد کا اتباع نہیں کرتے تھے۔ اور جب تتبع احادیث میں پوری کوشش کر چکتے تھے اور اس مسئلہ میں ان کو حدیث نہ ملتی، تو جماعت صحابہؓ و تابعینؒ کے اقوال پر عمل کرتے تھے اور اس میں کسی قوم یا کسی شہر کے پابند نہ تھے، جیسا کہ ان سے پہلے لوگ کرتے تھے۔ پس اگر کسی مسئلہ میں جمہور خلفاء اور فقہاء کو متفق پاتے تھے تو اس پر قناعت کرتے تھے۔ اور اگر وہ مسئلہ مختلف فیہ ہوتا تھا تو ان میں سے جو بڑا عالم اور پرہیزگار یا زیادہ ضابط یا زیادہ مشہور ہوتا، اس کی حدیث کو لے لیتے تھے۔ اور اگر وہ کوئی ایسا مسئلہ پاتے جس میں مساوی قوت کے دو قول ہوتے، وہ مسئلہ ذات القولین رہتا تھا۔ اور اگر اس سے بھی عاجز آجاتے تھے تو کتاب و سنت کی عام تعبیرات، ان کے اشارات اور اقتضاءات میں غور کیا کرتے تھے اور نظیر مسئلہ کو ان پر حمل کیا کرتے تھے۔ بشرطیکہ دونوں مسئلے بادی الرائے میں ایک سی حالت رکھتے ہوں۔ اس امر میں قوانین اصول کی پابندی نہیں کرتے تھے بلکہ اس طریق پر اعتماد کرتے تھے جو صاف صاف سمجھ میں آئے اور دل کو اس سے اطمینان ہو جیسے تواتر کے لیے راویوں کی تعداد میزان نہیں۔" [26]

شاہ ولی اللہؒ کی محولہ بالا عبارت، گویا "اعلام الموقعین" میں علامہ ابن قیم الجوزیہؒ کی تفصیلات کا نچوڑ اور ماحصل ہے، جسے شاہ صاحب نے نہایت مہارت سے چند فقروں میں سمو دیا ہے۔ ہم اس کو ان الفاظ کے پیرائے میں بیان کرتے ہیں۔

فقہائے اہل حدیث کی منہاجِ فقہ استقرائے نصوص پر مبنی ہے۔ فقہائے احناف اور مالکیہ کی منہاجِ فقہ ان کے وضع کردہ اصولوں کی میزان پر استخراج احکام ہے۔ کیونکہ یہ حضرات اپنے وضع کردہ اصولوں پر احکام کا استخراج کرتے ہیں۔ اگر کوئی صحیح حدیث ان کے ان اصولوں کی مقتضیات کے خلاف ہوتی ہے تو اسے خلافِ اصول کہہ کر

---

[26] حجۃ اللہ البالغہ شاہ ولی اللہ جلد ا ص ۳۴۵

ترک کر دیتے ہیں۔ اس کی مثالیں حنفی اور مالکی فقہ کی کتابوں میں بکھری پڑی ہیں۔ اس کے برعکس فقہائے اہلِ حدیث تمام نصوصِ صحیحہ کا کامل استقراء کرتے ہیں، پھر تحقیق و تطبیق اور ترجیح و تاویل کے مسلّمہ اصولوں کے مطابق ان سے احکام کا استنباط کرتے ہیں۔

اس گروہ کے سرخیل امامِ اہلِ سنّت[16★] امام احمد بن حنبلؒ، امام محمد بن جریر الطبریؒ، امام محمد بن نصر المروزیؒ، امام ابن المنذرؒ، امام ابن خزیمہؒ، امام ابوحاتمؒ، امام ابوزرعہؒ، امام بقیؒ بن مخلد، محمد بن الوضاح جیسے ائمہ اہلِ حدیث ہیں۔ امام شافعیؒ کی منہاجِ فقہ سے ہم آہنگی کی وجہ سے تقلیدی ذہن رکھنے والے کچھ حضرات مذکورہ بالا ائمہ میں سے بعض کو امام شافعی کے مقلدین میں شمار کرتے ہیں۔ حالانکہ انہیں علم ہے کہ تقلید سے مراد یہ ہے کہ ہر مسئلہ میں اپنے امام کی تقلید سے باہر نہ نکلا جائے۔ اور اگر تحقیق کے بعد اپنے امام کے کسی مسلک کو چھوڑ دے تو معلوم ہُوا کہ وہ اس امام کا مقلد نہیں۔ مقلد اپنے امام کی تقلید سے باہر نہیں جا سکتا، خواہ امام کی مخالف نص پر اس کا دل کتنا ہی مطمئن کیوں نہ ہو۔ مذکورہ بالا ائمہ حدیث نے بہت سے مقامات پر امام شافعیؒ کی مخالفت کی ہے۔ بلکہ ہماری نظر میں تو امام طحاویؒ بھی مقلد نہ تھے۔ بے شمار مسائل میں انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کی مخالفت کی ہے۔ بس ان پر امام ابوحنیفہؒ کا طریقِ استنباط غالب تھا۔

پروفیسر صاحب کی نظروں سے یہ حقیقت شاید اوجھل نہ ہو گی کہ امام ابوالحسن اشعریؒ اور امام ماتریدیؒ کے بعد جب مالکی شافعی اور حنفی حضرات، اشعری ماتریدی اور معتزلی[17] عقاید کے گروہوں میں بٹ گئے، تو اہلِ حدیث عقائدِ سلف پر قائم رہے اور اس راہ میں انہیں مصائب و محن سے بھی واسطہ پڑا۔ ان کا طرۂ امتیاز یہ ٹھہرا کہ صفاتِ الٰہی کے بارے میں قرآن اور سنت کی نصوص کو ان کے ظاہری اور حقیقی معنوں پر محمول کرتے تھے اور ان کی تاویل یا تکییف سے گریز کرتے تھے۔ وہ قرآن و سنت کی ظاہری نصوص سے سرمو انحراف نہیں کرتے تھے۔ علمِ کلام کے مؤرخین ان حضرات کو سلفی، اہلِ حدیث اور محدثین وغیرہ کے ناموں سے موسوم کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ ہند کے مقلدین شارحینِ حدیث نے بھی اس

---

[16]★ مسئلۃ الاحتجاج بالشافعی للخطیب البغدادی ص ۳۱

[17] بعض معتزلی اہلِ علم امام ابوحنیفہؒ سے انتساب کرتے تھے مثلاً علامہ زمخشری وغیرہ۔

گروہ کا ذکر کیا ہے۔ ائمہ اہل حدیث نے اس موضوع پر کتابیں بھی تصنیف کی ہیں، چنانچہ امام ابن خزیمہؒ کی "کتاب التوحید" حافظ ابن مندہ کی "الرّد علی الجہمیہ" امام احمدؒ کی "الرّد علی الجہمیہ" اور ابوسعید الدارمیؒ کی "الرد علی الجہمیۃ" بہت مشہور ہے۔ انہوں نے ہمیشہ رجال کی آراء اور ان کی تاویلات کی پیروی کرنے کی بجائے نصوص کے الفاظ کا التزام کیا ہے اور اسی طریقے کو زیادہ محفوظ و مصئون اور قرینِ صواب سمجھا ہے۔

آیئے اب ہم دیکھتے ہیں کہ ہر دور کے اہلِ علم نے ائمہ اربعہ اور دیگر فقہاء کے علاوہ فقہاء کے ایک اور طبقے کا ذکر بھی کیا ہے جن کو انہوں نے فقہائے حدیث کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اگر یہ فقہائے حدیث ائمہ اربعہ کے مقلد ہوتے تو ائمہ اربعہ کے مسلک کا ذکر آجانے کے بعد ان کی آراء کے ذکر کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟ نیز ان کی آراء کا ذکر اکثر مقامات پر اس لیے کیا گیا ہے کہ وہ ائمہ اربعہ کی آراء سے مختلف ہیں۔ پروفیسر صاحب خوب جانتے ہیں کہ جب ہم فقہ وغیرہ اور دیگر علوم میں اہلِ علم کی آراء کا حوالہ دیتے ہیں، تو صرف ان علماء کا مسلک ذکر کیا جاتا ہے جو خود آزاد اور تحقیقی رائے رکھتے ہیں۔ حتّٰی کہ کسی خاص مذہب کے اندر بھی یہی اصول کام کرتا ہے۔

امام ابوعیسیٰ ترمذیؒ اپنی کتاب "الجامع الصحیح" میں خود بتلاتے ہیں کہ وہ امام شافعیؒ کے مقلد نہ تھے۔ چنانچہ وہ ایک مقام پر رقمطراز ہیں:

"وَقَدِ اخْتَارَ قَوْمٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ تَاخِيْرَ صَلٰوةِ الظُّهْرِ فِيْ شِدَّةِ الْحَرِّ وَهُوَ قَوْلُ ابْنِ الْمُبَارَكِ وَاَحْمَدَ وَاِسْحَاقَ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ اِنَّمَا الْاِبْرَادُ بِصَلٰوةِ الظُّهْرِ اِذَا كَانَ حَرًّا يَنْتَابُ اَهْلُهٗ مِنَ الْبُعْدِ فَاَمَّا الْمُصَلِّيْ وَحْدَهٗ وَالَّذِيْ يُصَلِّيْ فِيْ مَسْجِدِ قَوْمِهٖ فَالَّذِيْ اَحَبُّ اَنْ لَّا يُؤَخِّرَ الصَّلٰوةَ فِيْ شِدَّةِ الْحَرِّ قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى وَمَعْنٰى مَنْ ذَهَبَ اِلٰى تَاخِيْرِ الظُّهْرِ فِيْ شِدَّةِ الْحَرِّ اَوْلٰى وَاَشْبَهُ بِالْاِتِّبَاعِ" ۵۸

۵۸ سنن الترمذی مع تحفۃ الاحوذی جلد ۱ ص ۱۴۰

"اہل علم کی ایک جماعت نے شدید گرمی میں ظہر کی نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کو اختیار کیا ہے ۔ یہ عبداللہ بن مبارکؒ، احمد بن حنبلؒ اور اسحاق بن راہوؒ یہ کا قول ہے ۔ شافعیؒ فرماتے ہیں کہ "نماز کو ٹھنڈا کرنا صرف اس وقت (مستحب) ہے جب گرمی شدید ہو اور نمازیوں کو دور سے آنا ہو ۔ رہا اکیلا نمازی اور وہ شخص جس نے اپنے محلے کی مسجد میں نماز پڑھنی ہے تو میرے نزدیک مستحب یہ ہے کہ وہ گرمی کی شدت میں بھی نماز کو مؤخر نہ کرے۔ ابو عیسیٰ ترمذیؒ کہتے ہیں "جو لوگ شدید گرمی میں تاخیرِ ظہر کے قائل ہیں ان کی رائے افضل اور زیادہ قابلِ اتباع ہے ۔"

مندرجہ بالا اقتباس سے صاف واضح ہوگیا کہ امام ترمذیؒ امام شافعیؒ یا کسی اور امام کے مقلد نہ تھے ۔ جہاں دلیل امام شافعیؒ کا ساتھ نہ دیتی ان کے ساتھ نہ چلتے تھے ۔ تمام محدّثین کرام کا یہی طریق رہا ہے ۔ جس شخص نے تعصب سے خالی ہو کر صحیح بخاری کے ابواب اور اس کے متون کا تدبر و تفکر سے بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے ، اس پر یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ وہ حدیثِ نبویؐ میں سب سے زیادہ صاحبِ اطلاع اور استنباطِ احکام میں ان کی نظر بہت گہری تھی ۔ وہ فقہ میں کسی کے مقلد نہ تھے ۔ بہت سے مقامات پر انہوں نے امام شافعیؒ سے اختلاف کیا ہے ۔ جو اس امر کی واضح دلیل ہے کہ وہ امام شافعیؒ کے مقلد نہ تھے ـــــ مقلدین کے دعووں کے برعکس امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب مٹ نہیں گیا ۔ بلکہ صحیح بخاری کے ابواب کی تصنیف ان کا بہت بڑا کارنامہ موجود ہے ، یہی اُن کی فقہ ہے ۔ صحیح بخاری کی شہرت کی وجہ سے امام بخاریؒ کی فقیہ کی حیثیت پس منظر میں چلی گئی ۔ تاہم جب تک دنیا باقی ہے ، صحیح بخاری کی صورت میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ باقی رہے گی اور اس فقہ کے حامل (اہل حدیث) بھی موجود رہیں گے ۔ ان شاء اللہ! (جاری ہے)

---

**خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں ورنہ تعمیل ممکن نہ ہو گی ۔ شکریہ!**

(مینیجر)